84

اعتصام بحبل اللہ

(فرمودہ ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :۔
مَیں نے پچھلے جمعوں میں دو باتیں اتحاد کے متعلق اصُول اور گُر کے طور پر قرآن کریم سے بیان کی ہیں۔ جن کو مدِنظر رکھنے سے اتحاد کی بنیاد مضبوط ہو سکتی ہے۔ اور اختلاف مٹ سکتا ہے۔ آج مَیں تیسرا گُر جو قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ بیان کرتا ہوں پہلی دونوں باتیں حکمت کی باتیں ہیں جن میں سے پہلی یہ ہے کہ انسان کو کبھی اس طرح مامون نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ خیال کرے کہ وہ خطرے سے محفوظ ہے مومن کی علامت ہے کہ وہ خطرے سے محفوظ ہو، لیکن پھر بھی اپنے کو خطرے سے محفوظ نہ سمجھے جب تک یہ نہ ہو مومن نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اختلاف کو دُور کرنے کے لیے اختلاف کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہے یعنی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اختلاف رہے گا۔

آج میں تیسری بات بیان کرتا ہوں جس کے متعلق قرآن کریم سے ہی استدلال ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ چھوٹی سی بات سمجھی جائیگی۔ مگر بہت سی چھوٹی باتیں اپنے نتائج کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہیں۔ وہ اصل یہ ہے کہ ہر معاملہ میں موازنہ کیا جائے۔ اور جو چیز جتنی ہو اس کو اتنا ہی درجہ دیا جاتے۔ عام طور پر لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ ایک بات کو سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت میں نہیں سمجھتے۔ ہندسوں میں چھوٹے بڑے کو خوب سمجھتے ہیں۔ کوئی نہیں جو دو کو چھوٹا اور ایک کو بڑا کہے، لیکن تعداد کو اگر جانے دیں تو عام طور پر لوگ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو لیتے اور بڑی کو ترک کرتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے شرع کی بنیاد بھی اس امر پر رکھی ہے۔ کہ وہ چیز اختیار کرو جس میں نفع زیادہ اور نقصان کم ہو۔ یہ کہنا کہ کوئی چیز مطلق نقصان دہ ہے،

غلط ہے۔ گندی سے گندی چیز میں بھی کچھ نہ کچھ نفع ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کے نفع کو نہ سمجھ سکتے ہوں۔ پس یہ حقیقت ہے کہ بُری سے بُری چیز بھی قلیل سے قلیل نفع رکھتی ہے۔ مثلاً بدیاں ہیں، فسق و فجور ہیں۔ یہ تمام مضر اور نقصان دہ باتیں ہیں۔ مگر جیسا کہ خدا نے شراب اور جوئے کے متعلق فرمایا:-

اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ: ۲۲۰) ان چیزوں میں بھی نقصان ہے، لیکن ان کے اثرات جب ان کے مرتکبین پر ظاہر ہوتے ہیں تو وہ دوسروں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہو جاتے ہیں پس نفع و نقصان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے ہاں موازنہ رکھا ہے جس سے ظاہر کرتا ہے کہ کتنی بھلائی ہے یا کتنی بُرائی۔

امن اور اتحاد کے لیے بڑی بات یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں بُرائی اور بھلائی دیکھی جاتے جس میں زیادہ بھلائی ہو اس کو قبول اور دوسری کو ترک کر دیا جائے۔ بہت لوگ ہوتے ہیں کہ اس بات کا اندازہ نہ کر کے ٹھوکر کھاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے دس روپیہ کسی سے لینے ہیں جو دیتا نہیں۔ اس طرح مقروض کا ایمان خراب ہوتا ہے مگر جس شخص کا روپیہ واجب ہے۔ وہ اس سے مطالبہ کرنے میں حد سے متجاوز ہو جاتا ہے۔ اور دس روپیہ کی خاطر اتحاد و اتفاق کو قربان کر ڈالتا اور فساد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جب دس دس روپیہ کی خاطر فساد پڑنے لگیں۔ اور بڑھتے جائیں۔ تو اتحاد کا وجود نہیں رہ سکتا۔ اور سیاست تباہ ہو کر جماعت خاک میں مل سکتی ہے۔

پس تفرقہ پڑنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ لوگ اندازہ نہیں کرتے کہ بڑی چیز کونسی ہے اور چھوٹی کونسی۔ ایسے موقع پر بعض لوگ کہا کرتے ہیں۔ ہم تو حق لینا چاہتے ہیں۔ اور بعض جو اس کے طرف دار ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ اس کا حق دلواتے ہیں، لیکن وہ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ کہیں زید کا حق دلوانے میں بکر کا۔ خالد کا حق تو ضائع نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص کا حق دلوانے میں سو کا حق ضائع ہوا۔ تو پھر ایک کا حق کوئی چیز نہیں، مگر میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اس بات کو عموماً نہیں سمجھتے۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ حق بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حق بمعنی صداقت دوسرے کسی کا مطالبہ یا لین دین۔ وہ حق جس کے معنے صداقت کے ہوتے ہیں۔ وہ تو ہر وقت اور بہر حال قابل اتباع ہوتا ہے۔ مگر پہلی قسم کے حق کی بہت دفعہ قربانی ہی کرنی پڑتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض دفعہ سمجھدار لوگ بھی اس بات کی پروا نہیں کرتے اور آپس میں جھگڑتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو پارٹیاں ہو جاتی ہیں جس سے جماعت کا اتحاد ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص کسی کو گالی دیتا ہے۔ تو وہ اس کے

بدلہ میں اسلام کو قربان کرنے سے نہیں بچتا۔ یا کہتا ہے فلاں چیز میرا حق تھی میری بجائے فلاں کو مل گئی۔ فلاں جھگڑے میں فلاں کی مدد کی گئی میری طرفداری نہ کی گئی۔

مسلمانوں کی سیاست اس طرح مٹی۔ سلطنت عباسیہ اس طرح تباہ ہوئی۔ بادشاہ کو پتہ بھی نہ ہوتا کہ وزراء کی آپس میں تلواریں چل جاتیں۔ ایک کہتا فلاں عہدہ میرا حق ہے۔ دوسرا کہتا میرا۔ ایک دوسرے پر فتح پاتا اور خوش ہوتا، لیکن وہ نہیں سمجھتا تھا کہ میری فتح میری آئندہ نسلوں کے لیے غلامی ثابت ہوگی۔ اور میری اولاد دشمنوں کی غلام ہو کر رہے گی۔ چنانچہ ان خانہ جنگیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنتیں تباہ ہوگئیں[1] اب ان فاتحوں کی اولاد غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

وہ لوگ وزارت کے لیے لڑتے اور حکومتوں اور عزتوں کے لیے ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ جس کا نتیجہ اسلامی حکومتوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ تم میں سے بہت ہونگے جو ان وزراء کو بے وقوف کہیں گے۔ مگر درحقیقت وہ لوگ جو گورنریوں اور ملک کے بڑے بڑے عہدوں کے لیے لڑتے تھے اتنے بے وقوف نہ تھے۔ جتنے وہ لوگ ہیں جو چار چار پیسوں پر ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں جن سے اتحاد ٹوٹ جاتے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ۲۹ روپیہ کی بجائے ۲۸ روپیہ کیوں دیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اس قسم کی باتیں اسلام کی ترقی کو مدتوں پیچھے ڈال دیتی ہیں۔ وہ یہ نہیں خیال کرتے کہ وہ اسلامی عمارت کی ایک اینٹ ہیں۔ اگر وہ گرینگے تو تمام عمارت پر اس کا اثر پڑے گا۔ پس ایسے لوگ اسلام کی تباہی کے موجب ہوتے ہیں۔ اور اسلام کو ضعف جب آئے گا۔ تو خود وہ بھی تباہی سے نہیں بچ سکتے۔ پس وزراء عباسیہ نے اگر لڑائیاں کیں۔ تو حکومت کے لیے کیں۔ مگر یہاں تو کوئی حکومت نہیں۔ پھر لڑائی ہو تو کیوں؟ اگر ہو تو کیا وہ اچھے نتیجے پیدا کرے گی۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ تو مسلمانوں کو جو دن آج دیکھنا پڑا۔ نہ دیکھنا پڑتا۔

پس جماعت کی ترقی اتحاد سے ہوتی اور اتحاد قائم رہتا ہے۔ اپنی قربانیاں کرنے سے۔ اگر کوئی قربانی کرے تو جماعت کا اتحاد قائم رہے گا اور جماعت کی برکت سے اس کے بھی بہت سے کام عمدہ شکل میں انجام پائینگے لیکن اگر یہ قربانی نہیں کریگا۔ تو جماعت پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور پھر اس کا اثر اس کی ذات پر بھی پڑے گا۔ جماعت کی عزت بڑھے گی۔ اس کی عزت میں بھی ترقی ہوگی۔ اور وہ عزت اور نفع جو جماعت کے ذریعہ حاصل ہو۔ بہت پائیدار عزت اور دیرپا نفع ہوگا۔ جو لوگ اس گر کو سمجھتے ہیں۔ وہ ذاتی منافع کو نہایت خوشی سے جماعت کے فوائد پر قربان کر دیتے ہیں۔ مومن جو خدا کے لیے قربانی کرتا ہے۔ خدا اس کو

---

[1] تاریخ اسلام، معین الدین ندوی حصہ سوم حالات خلافت عباسیہ

اچھے سے اچھا بدلہ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص دس روپے خدا کے لیے قربان کر دے۔ تو خدا اس کے لیے بہت سے فوائد پیدا کریگا۔ اگر ایک شخص کسی کے دس روپے دبا تا ہے۔ اور وہ اس پر صبر کرتا ہے۔ اور کوئی ذلت خُدا کے لیے اختیار کرتا ہے تو خدا اس کا نعم البدل دیتا۔ اور اس کے لیے حقیقی عزت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ ایسے شخص کا کوئی نقصان نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی کو ایک شخص گالیاں دے رہا تھا۔ آنحضرتؐ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اس صحابی نے بھی گالیوں کا جواب دینا شروع کیا تو آپ چلے گئے۔ وہ صحابی حضور کے پاس گئے اور سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب وہ شخص تمہیں گالیاں دے رہا تھا۔ اور تم خاموش تھے۔ اس وقت خدا تعالیٰ کے فرشتے تمہاری طرف سے اس شخص کو جواب دے رہے تھے لیکن جب تم نے جواب دینا شروع کیا۔ تو فرشتے چلے گئے کہ اب یہ شخص خود جواب دینے لگ گیا[1]

پس یہ جو جھگڑے ہوتے ہیں۔ ایمان کی کمی اور اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اندازہ نہیں کیا جاتا کہ حق کا مطالبہ کہاں تک ہونا چاہیئے۔ اپنے حق کا مطالبہ کرو۔ جہاں تک وہ اپنی حد میں رہے۔ لیکن اگر معاملہ و مطالبہ حد سے گزر گیا۔ تو پھر وہ ایک ایسی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا اثر جماعت پر پڑتا ہے۔

یاد رکھو۔ اگر جماعت معزز ہو تو اس کا ہر ایک فرد معزز ہوتا ہے۔ لیکن اگر جماعت معزز نہ ہو تو اس کا کوئی فرد بھی درحقیقت معزز نہیں ہوتا۔ تم انگریزوں کو دیکھو۔ ان میں سے بہت سے ہیں کہ وہ اپنے وطن میں نہایت ذلیل اور کس مپرسی کی حالت میں ہوتے ہیں۔ مگر وہ یہاں معزز ہیں۔ کیونکہ وہ ایک معزز قوم کے افراد ہیں۔ ان کی شہادت کی وہ قدر ہے کہ تمہارے مال و دولت۔ علم۔ عقل۔ ان کے مقابلہ میں کام نہیں آسکتے۔ صاف کہدیا جاتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتا ہے۔ سچ ہے اس لیے کہ یہ ایک معزز قوم کا فرد ہے۔ دیکھو اگرچہ ہماری جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ لیکن بہت مواقع پر اس کے افراد کی بوجہ جماعت کے عزت کی جاتی ہے۔

پس جماعت کا فائدہ ایسا فائدہ ہے جو خود اس شخص کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ پس اس گُر کو سمجھو اور قربانیاں کرو۔ اور ہر معاملہ میں اندازہ اور موازنہ سے کام لو۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے اور ان راہوں پر چلائے۔ جن سے ہم میں اتفاق ہے اور ہماری نصرت فرمائے اور ہم میں قربانیوں کا احساس پیدا کرے جس سے سلسلہ کی بڑائی قائم ہو۔ اور ہمیں ایسی باتوں اور ان طریقوں سے بچائے جن سے سلسلہ کی عزت میں فرق آتے۔"

(الفضل ۱۴؍ جون ۱۹۲۰ء)

* * *

[1] مسند احمد بروایت مشکوٰۃ کتاب الآداب فی الرفق والحیاء